# شَجَرَةً مِّنْ يَّقْطِيْنٍ

پروفیسر احمد الدین مارہروی

قرآن حکیم کی سورۃ الصّٰفّٰت میں حضرت یونس علیہ السلام کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا گیا ہے :

﴿ وَاِنَّ يُوْنُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ○ اِذْ اَبَقَ اِلَى الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ○ فَسَاهَمَ فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِيْنَ ○ فَالْتَقَمَهُ الْحُوْتُ وَهُوَ مُلِيْمٌ ○ فَلَوْلَا اَنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِيْنَ ○ لَلَبِثَ فِيْ بَطْنِهٖۤ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ○ فَنَبَذْنٰهُ بِالْعَرَآءِ وَهُوَ سَقِيْمٌ ○ وَاَنْۢبَتْنَا عَلَيْهِ شَجَرَةً مِّنْ يَّقْطِيْنٍ ○ ﴾

(آیات ۱۳۹-۱۴۶)

"اور تحقیق یونس پیغمبروں میں تھے۔ جب وہ بھری ہوئی کشتی کے پاس پہنچے۔ پھر جب قرعہ ڈالنے والوں میں شریک ہوئے تو انہی کا نام نکلا۔ پھر انہیں مچھلی نے نگل لیا اور وہ خود اپنے کو ملامت کرنے لگے۔ اور اگر وہ خدا کے نام کی تسبیح نہ کرتے تو قیامت تک اس کے پیٹ میں رہتے۔ تو ہم نے انہیں ایک چٹیل جگہ پر ڈال دیا اور اس وقت ان کی حالت بڑی سقیم تھی۔ اور وہاں ہم نے یقطین کا ایک پودا اُگا دیا"۔

حضرت یونس علیہ السلام کو جس قوم کی رُشد و ہدایت کا فریضہ سپرد ہوا تھا' اس کے متعلق جدید تحقیقات سے واضح ہو چکا ہے کہ عراق کے مشرقی علاقے میں آباد تھی۔ اس لئے کشتی میں سوار ہونے' مچھلی کے نگلنے اور پھر انہیں قرب و جوار ہی میں کہیں چٹیل اور بے آب و گیاہ ساحل پر اُگل دینے کا واقعہ پیش آیا ہو گا۔ اس بات کی بھی تحقیق ہو گئی ہے کہ جس مچھلی کا اس مقام پر ذکر کیا گیا ہے وہ وہیل تھی اور میرا خیال ہے کہ بلین (Bleen) قسم کی ہو گی' جس کے دانت نہیں ہوتے بلکہ اوپر کے جبڑے یا تالو میں چھلنی کی طرح کا ایک پردہ

لٹکتا رہتا ہے۔ چھوٹی غذا اس میں سے چھن کر اندر جاتی ہے اور بڑی (جیسے کہ انسانی جسم) کو نگلتے وقت چھلنی ایک طرف ہٹ جاتی ہے اور شکار بلا چبائے اندر چلا جاتا ہے لیکن اس کا ہضم کرنا آسان نہیں ہوتا۔ بالعموم یا تو وہ اسے اُگل دیتی ہے یا مر جاتی ہے' چنانچہ دونوں قسم کے واقعات مشاہدہ میں آ چکے ہیں۔ حضرت یونس علیہ السلام جب اس کے پیٹ میں گئے تو وہ انہیں جزوِ بدن نہ کر سکی۔ ساتھ ہی انہوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا اور استغفار کی' جس کا ذکر سورۃ الانبیاء کی آیت ۸۷ میں اس طرح کیا گیا ہے :

﴿... فَنَادٰی فِی الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ○ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ وَ نَجَّیْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ ... ﴾

"... آخر کار انہوں نے (سمندر اور وہیل کے پیٹ کی) تاریکیوں میں سے پکارا کہ تیرے سوا کوئی حاجت روا نہیں ہے' تُو پاک ہے اور میں ہی گناہگاروں میں سے ہوں۔ پس ہم نے اس کی دعا قبول کی اور اسے غم سے نجات دی..."

اور نتیجتاً وہیل نے انہیں ایک ایسے کنارے پر لے جا کر اُگل دیا جو ایک چٹیل ساحل تھا اور وہاں خدا تعالیٰ نے کمال شفقت و مہربانی سے ایک نئے قسم کا شجر (پودا) اُگا دیا' جس کو یقطین کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ لیکن ادنیٰ تفکر سے یہ بات عیاں ہو جاتی ہے کہ وہ یقطین کی کوئی خاص قسم تھی۔

ہم کو حکم دیا گیا ہے کہ قرآن کی آیات اور اس کی حکمتوں پر غور کریں۔ چنانچہ اس سلسلہ میں سب سے پہلے تو ذہن اس سوال کی طرف منتقل ہوتا ہے کہ اُس وقت حضرت یونس علیہ السلام کی کیا حالت تھی اور اُن کو کن اشیاء کی ضرورت رہی ہو گی۔

پہلی بات تو یہ نظر آتی ہے کہ مچھلی کے پیٹ میں رہنے اور ابکائیاں لے کر اُگلنے کے بعد ان کی کھال جگہ جگہ سے اُدھڑ گئی ہو گی' اس میں زخم پڑ گئے ہوں گے جن پر مکھیوں کے بیٹھنے اور ستانے اور ان میں زہریلے جراثیم کے پیدا ہو جانے کی وجہ سے اُنہیں سخت اذیت کا سامنا ہو گا۔ دوسرے اس حالت میں سخت اور سنگلاخ زمین پر لیٹے رہنا تکلیف کا باعث ہوتا ہو گا اور کروٹ لینے سے زخموں میں رگڑ لگتی ہو گی۔ پھر دھوپ کی تپش اول تو ویسے ہی تکلیف دہ ہوتی ہے اور زخموں میں تو آفتاب کی کرنیں تیر و نشتر بن کر چبھتی ہوں

گی' اس کے علاوہ کھانے پینے کے لئے غذا اور پانی کی ضرورت ہو گی۔ چنانچہ باری تعالیٰ نے ان جملہ ضروریات کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے وہاں یہ مخصوص پودا اُگا دیا۔

لیکن اس یقطین کا ادراک اور صحیح طور پر سمجھنا دُور بیٹھے ہوئے مترجمین اور مفسرین کے لئے آسان ثابت نہ ہو سکا۔ عام طور پر اس کا ترجمہ "کدّو کا پیڑ" کیا گیا ہے' جو ظاہر ہے کہ غلط ہے۔ شاہ رفیع الدین صاحب نے اسے "ایک درخت بیل والا یعنی کدّو" کہا ہے۔ مولانا اشرف علی صاحب تھانوی نے کدّو کا لفظ حذف کر دیا ہے۔ مولانا محمود حسن صاحب اور مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی نے بھی شاہ صاحب ہی کا اتباع کیا ہے۔

میں خود اس کے متعلق عرصہ تک مذبذب رہا' حتیٰ کہ پاکستان معرض وجود میں آگیا اور مجھے بحیثیت ناظم تعلیمات تین سال تک مکران میں قیام کرنے اور گھوم پھر کر اس تمام علاقے کو دیکھنے کا موقع ملا۔ اہل مکران کی زبان مسخ شدہ فارسی ہے' لیکن اس میں دوسری زبانوں بالخصوص عربی کے الفاظ بھی ملتے ہیں۔ پنجابی اور انگریزی کے الفاظ بھی شامل ہو گئے ہیں۔ بلیدہ میں ایک نیا لفظ آگین (ا۔ گ۔ ی۔ ن) سننے میں آیا جو ایک خاص قسم کی گول لوکی کے واسطے استعمال ہوتا ہے جو تربوز کے برابر ہوتی ہے۔ ظاہری طور پر تو یہ لوکی ہی ہوتی ہے' لیکن اس کا مزا ککڑی سے بہت ملتا جلتا ہے۔ اس میں شیرینی بھی ہوتی ہے اور پانی کا جزو تو بہت ہی زیادہ ہوتا ہے۔ چھلکا بھی اتنا نرم اور لذیذ ہوتا ہے کہ بآسانی کھا لیا جائے۔ ہمیں تو اسے بجائے پکانے کے کچا کھانے میں زیادہ لطف آتا تھا۔

ایک روز یکایک خیال آیا کہ کہیں یہی تو وہ پودا نہیں جو خدا تعالیٰ نے حضرت یونس علیہ السلام کے واسطے اس چٹیل میدان میں پیدا کیا تھا اور جس کا ذکر اوپر کی آیات میں کیا جا چکا ہے۔ لفظ آگین کی ساخت پر غور کیا تو ایسا نظر آیا کہ "ق" کا تلفظ تو موجودہ عربی کی طرح "گ" میں تبدیل ہو گیا۔ "ی" الف سے بدل گئی اور "ط" کثرتِ استعمال سے حذف ہو گیا۔ اس طرح یقطین نے "آگین" کی شکل اختیار کر لی۔

اس کے بعد یہ جستجو ہوئی کہ نجانے اس کا پودا کس ماحول میں نشوونما پاتا ہے اور اس کی خصوصیات کیا ہیں۔ خوش قسمتی سے مکران کے صدر مقام تربت میں حکومت پاکستان کے شعبہ تحفظ پودا جات (Plant Protection) کا بھی ایک دفتر ہے' اس سے بھی

اس سلسلہ میں رابطہ قائم کیا گیا۔ پتہ چلا کہ یہ ساحلی علاقوں میں خود رو اُگا کرتا تھا لیکن اب جو بازار میں اس کی مانگ بڑھی تو کاشتکاروں نے کھیتوں میں بھی بونا شروع کر دیا ہے۔

مکران کا ساحل طبعی طور پر ساحل عراق سے مشابہ ہے۔ اس کے قریب مچھلیوں کی بڑی کثرت ہے' جو قدیم ایام سے اس علاقہ کے لوگوں کی خوراک اور ذریعہ آمدن ہیں۔ چنانچہ پسنی اور گوادر کی بندرگاہوں کو ماہی گیروں کی جنت کہا جاتا ہے اور انہی علاقوں میں اگین کی پیداوار ہوتی ہے۔ ہم نے ان مقامات کا بچشم خود مشاہدہ کیا۔ جگہ جگہ مچھلیوں کی گلی سڑی ہڈیوں اور کانٹوں کے ڈھیر لگے ہوئے تھے جن پر یہ پودا اُگتا اور خوب نشو ونما پاتا ہے۔ غلاظت کے یہ انبار بہت اعلیٰ قسم کی کھاد کا کام دیتے ہیں اور سمندر کے بخارات سے پیدا ہونے والی شبنم نیچے گر کر ان کی آبیاری کرتی ہے۔ بیل دور دور تک پھیلی ہوتی ہے جس کے اندر بیک وقت ایک نہیں دو چار انسان اپنے آپ کو بخوبی چھپا سکتے ہیں۔ پتے نہایت چکنے اور ملائم ہوتے ہیں جو نیچے نرم ونازک گدوں اور اوپر اوڑھنے کے لئے ریشمی چادر کا کام دیتے ہیں۔ تری اور خنکی اتنی ہوتی ہے کہ آفتاب کی کرنیں اندر چھپے ہوئے انسان کو تکلیف نہیں دے سکتیں۔ اس کا پھل' جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا ہے' ککڑی کی طرح نہایت لذیذ' میٹھا' سبک اور ہاضم ہوتا ہے اور مریضوں کے لئے بڑی اچھی غذا ہے۔ اس کے علاوہ اس کے اندر رطوبت اتنی ہوتی ہے کہ پانی نہ بھی میسر آئے تب بھی پیاس نہیں لگتی۔

ایک عجیب بات جس نے ہم سب کو ورطہ حیرت میں ڈال دیا' یہ تھی کہ کھلے ساحل پر دھوپ میں جہاں مچھلی پڑی ہوتی ہے وہاں کیڑے مکوڑوں اور مکھیوں کی بڑی افراط ہوتی ہے لیکن اس پودے کے قریب دُور دُور تک ان میں سے کوئی بھی نظر نہیں آتا۔ محکمہ پودا جات نے اس معاملہ میں بڑی مدد کی۔ ان کے افسروں نے اس کے پتوں اور ڈنٹھلوں کا کیمیاوی تجزیہ کر کے پتہ لگایا کہ اس کی رگ وپے میں جو عرق دوڑتا پھرتا ہے اس کے اندر ایک کیمیائی مادہ شامل ہے جو حشرات الارض کے واسطے مہلک بھی ہے اور اس کی بُو ان کو ناگوار بھی ہوتی ہے۔ چنانچہ یہ ادنیٰ کیڑے تو درکنار سانپ بچھو بھی اس طرف کا رُخ کرنے سے کتراتے ہیں۔

قرآن مجید، جس کا محض پڑھ لینا لوگ باعث ثواب و برکت اور اپنی نجات کا ذریعہ سمجھتے ہیں، دراصل علم و حکمت کا ایک بحرِ زخّار ہے جس میں خود صاحب کلام ہی کو علم ہے کہ کتنے گوہر آبدار پوشیدہ ہیں اور ان کی دریافت کے لئے کتنی گہرائی تک غواصی کرنے کی ضرورت ہے۔ علماء، مفسرین اور محققین چودہ سو برس سے اسی تگ ودو میں مصروف ہیں اور انہوں نے دنیا کو بے شمار صدف گوہردار فراہم کئے ہیں لیکن کوئی نہیں بتا سکتا کہ اس لامتناہی خزانہ کا کتنا حصہ ایسا ہے جو ابھی تک نظروں کے سامنے نہیں آسکا۔ مجھے جب خود اس قسم کا کوئی نکتہ ہاتھ آجاتا ہے تو حیرت ہوتی ہے کہ اتنی مرتبہ قرآن پڑھ چکا ہوں، یہ معمولی سی بات پہلے کیوں سمجھ نہیں آئی، مگر جب اکبر الہ آبادی مرحوم کا یہ شعر یاد آتا ہے کہ ؎

ذہن میں جو گھر گیا' لا انتہا کیوں کر ہوا
جو سمجھ میں آ گیا پھر وہ خدا کیوں کر ہوا

تو دِل پکار اُٹھتا ہے کہ قرآن اسی ہستی کا تو کلام ہے' اس کو تو لوگ قیامت تک اسی طرح سمجھنے کی کوشش میں لگے رہیں گے اور کل نکات کو اس وقت تک بھی حل نہ کر سکیں گے۔

کون مسلمان ہے جسے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبّت کا دعویٰ نہ ہو!
لیکن آپؐ اور آپؐ کے لائے ہوئے دین سے سچی محبّت کے تقاضے کیا ہیں،
ہم میں اکثر لوگ اس سے بے خبر ہیں!

اس موضوع پر ڈاکٹر اسرار احمد کی نہایت جامع تالیف

حُبِّ رسُولؐ اور اُس کے تقاضے

خود بھی مطالعہ کیجئے اور دوسروں تک بھی پہنچائیے!

صفحات ۳۲ • قیمت -/۶ روپے

شائع کردہ
مکتبہ مرکزی انجمن خدّام القرآن، ۳۶۔کے ماڈل ٹاؤن، لاہور